www.KitaboSunnat.com

سوال و جواب

حافظ صلاح الدین یوسف

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ

☆ سوال: گذشتہ دنوں لاہور ہائی کورٹ کے ایک جج صاحب نے یتیم پوتے کی وراثت کے بارے میں مختلف ریمارکس دیے ہیں...... از راہِ کرم اس ضمن میں صحیح شرعی رائے بتلایئے، تفصیلی دلائل بھی ذکر فرماسکیں تو میں بہت شکر گزار ہوں گا...... جزاکم اللہ (سمیع الرحمٰن، لاہور)

جواب: اس بارے میں شرعی دلائل یوں ہیں...... قرآن کریم میں ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ......﴾ (النساء:۷)

"ماں باپ اور عزیز و اقارب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی۔ (جو مال ماں باپ اور اقارب چھوڑ مریں) خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اُس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔"

اس آیت کریمہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ وراثت میں مرد اور عورت دونوں کا حصہ ہے، نیز وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، ہر صورت میں وارث ہوں گے۔ وہاں اس آیت سے وراثت کا اصول بھی معلوم ہوا، اور وہ ہے أقربيّت ۔ یعنی صرف قریب ترین افراد وارث ہوں گے، محض قرابت کافی نہیں۔ کیونکہ قرابت میں تو بڑی وسعت ہے، اس میں اوّل تو حد بندی ہی نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ ثانیاً، اس طرح کی تقسیم سے کسی کو بھی معقول وِرثہ ملنے کی امید نہیں اور یوں وراثت ایک کارِ بے خیر بن کر رہ جاتی۔ اس لیے وارث صرف وہ ہوں گے جو مرنے والے کے قریب ترین ہوں اور ان کے ہوتے ہوئے بعید کے لوگ وارث نہیں ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اِن قریب ترین افراد کی وضاحت بھی آئندہ رکوع میں فرمادی ہے اور اُن کے مقررہ حصے بھی بیان کردیے ہیں۔ اِن کو اصحابُ الفروض کہا جاتا ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ نے ایک اور اُصول، حدیث میں بیان فرمایا: ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر (صحیح بخاری، الفرائض، باب میراث الولد بین ابیہ وامہ، مسلم، الفرائض، باب ۱، رقم ۱۶۱۵) "جن کے حصے (قرآن مجید) میں مقرر ہیں، وہ اُن کو دو۔ جو باقی بچے، تو وہ مردوں میں سے قریب ترین مرد کے لیے ہے"...... اس حدیث میں یہ دوسری اُصولی رہنمائی دی گئی ہے کہ اصحابُ الفروض میں تقسیم کے بعد بقیہ مال ان لوگوں میں تقسیم ہوگا جو مردوں میں سے قریب ترین

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گا، اس کو اصطلاحِ شریعت میں عَصبة کہا جاتا ہے۔

گویا قرآن میں بھی أقرب (اسم تفضیل) کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور حدیث میں بھی اولیٰ کا لفظ بولا گیا ہے، جو بعض دفعہ أحق (زیادہ حق دار) کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن یہاں یہ أقرب ہی کے معنی میں ہے۔ کیونکہ یہاں اگر دوسرے معنی مراد لیے جائیں تو پھر یہ حدیث قرآن کے بیان کردہ اُصول کے ہی خلاف ہو جائے گی۔ اس اعتبار سے قرآن کریم اور حدیث رسول دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ وراثت کی بنیاد اقربیت (سب سے زیادہ قریب ہونا) ہے نہ کہ احقیت (سب سے زیادہ مستحق ہونا)...... اس سے یہ معلوم ہوا کہ أقرب کے ہوتے ہوئے أبعد مستحق وراثت نہیں ہوگا۔ اگر اقربیت کی بجائے احقیت کو بنیاد بنایا جاتا، تو یہ بنیاد بھی نہایت کمزور اور غیر فیصلہ کن ہوتی اور وراثت کی تقسیم نزاع و جدال کا باعث بنی رہتی۔ کیونکہ ہر وارث یا رشتے دار ہی کسی نہ کسی وجہ سے اپنا استحقاق زیادہ ثابت کرنے پر زور صرف کرتا، کوئی بیماری کو، کوئی کاروباری نقصان یا کمی کو، کوئی زیادہ عیال داری یا زیادہ ذمے داریوں کو یا اس طرح کے دیگر اسباب ووُجوہ کو اپنے استحقاق کی بنیاد بناتا، جس کو تسلیم کرنا یا کرانا فساد و نزاع کا مستقل باعث ہوتا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا﴾ (النساء ۴:۱۲) ''تم نہیں جانتے کہ تمہیں نفع پہنچانے کے اعتبار سے کون تمہارے زیادہ قریب ہے''۔ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ بنا بریں شریعتِ اسلامیہ نے وراثت کی تقسیم میں انسانوں کے ظن و تخمین یا استحقاق کے دعووں کو بنیاد بنانے کی بجائے اقربیت کے اصول کو اختیار کیا جس میں نزاع و جدال کا امکان نہیں۔ کیونکہ وہ رشتے واضح ہیں جن میں کوئی ابہام یا اشکال نہیں اور ان کے حصے بھی مقرر کر دیئے تاکہ مال کی کمی بیشی میں بھی اختلاف نہ ہو اور بچے ہوئے مال کی دوبارہ تقسیم کے لیے بھی ایک دوسرا اُصول بیان فرما دیا تاکہ اس میں بھی کوئی جھگڑا نہ ہو۔

قرآن و حدیث کے بیان کردہ اسی اُصولِ اقربیت کی رو سے تمام علماء و فقہاء اور محدثین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بیٹے بیٹیوں کی موجودگی میں یتیم پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں وارث نہیں ہوں گی، کیونکہ بیٹے بیٹیاں أقرب ہیں اور پوتے، نواسے ان کی نسبت سے أبعد ہیں۔ اب رہا مسئلہ دادا یا نانا کی وراثت کے وقت اگر یتیم پوتے یا نواسے ہوں، تو ان کو اس سے محروم رکھنا نہایت سنگ دلی کا مظاہرہ ہے، اس کا کیا حل شریعتِ اسلامیہ میں ہے؟ تو اس کا ایک حل تو اگلی آیت میں ہی بیان کر دیا گیا ہے کہ ورثاء میں سے جو رشتے دار وراثت کے حق دار نہیں لیکن وہ مستحق امداد ہیں، تو تقسیم کے وقت ان کو بھی ان کی دلجوئی اور ہمدردی کے طور پر کچھ دو۔ اِسے عام طور پر اخلاقی ہدایت سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، لیکن یہ رویہ صحیح نہیں۔ کمالِ ایمان کے لیے کمالِ اخلاق ضروری ہے اور ایک کامل الایمان یا کمالِ ایمان کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش رکھنے والے کو اخلاقی ہدایت پر بھی عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ اسے نظر انداز کرنے کی۔ علاوہ ازیں ایک تہائی 1/3 مال کی وصیت کرنے کی بھی اجازت بلکہ تاکیدی حکم ہے۔ جس شخص کی زندگی میں یتیم پوتوں یا نواسوں کا مسئلہ پیدا ہو جائے، اس کے لیے دو راہیں کھلی ہیں ایک یہ کہ ان کو بطورِ ہبہ جائداد میں سے کچھ حصہ دے دے یا مالی تعاون فراہم کردے۔ اسے اپنی زندگی میں اپنی جائداد اور اپنے اموال میں ہر قسم کا تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔ بشرطیکہ اس میں ورثا کو ان کے حق سے محروم کرنے کی بدنیتی شامل نہ ہو۔ کسی وجہ سے اگر ایسا کرنا ممکن یا مفید نہ ہو تو دوسرا راستہ وصیت کرنے کا ہے، ایک تہائی مال میں سے ان کے لیے وصیت کی جاسکتی ہے اور ایسی حالت میں ایسے صاحبِ حیثیت شخص کو جس کے یتیم پوتے، نواسے ہوں، اپنا حق وصیت اسے ضرور استعمال کرنا چاہیے۔ کیونکہ وصیت کرنے کا حکم ہے جسے بعض علمانے فرض بھی کہا ہے۔

حافظ ابن حزم نے اس کی فرضیت پر مدلل بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک بات تو یہ لکھی ہے کہ "الوصية فرض علىٰ كل من ترك مالا" "صاحبِ حیثیت آدمی کے لئے وصیت کرنا فرض ہے" اِس کی دلیل میں اُنہوں نے یہ حدیث پیش کی ہے:

"ماحق امرئ مسلم له شيئ يوصى فيه، يبيت ليلتين إلا ووصيّته مكتوبة عنده" (صحیح بخاری، الوصایا، باب نمبر۱ ر مسلم، الوصیۃ، باب نمبر۱، رقم ۱۶۲۷)

"کسی مسلمان کے یہ لائق نہیں کہ اس کے پاس کچھ مال ہو جس میں وہ وصیت کر سکتا ہو، تو اس کو دو راتیں بھی نہیں گزارنی چاہئیں، بجز اس کے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو"

مطلب یہ ہے کہ وصیت کرنے کا مسئلہ اتنا اہم اور عجلت طلب ہے کہ ایک مسلمان کو اس میں ذرا بھی غفلت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے اور اسے فوراً ضبطِ تحریر میں لے آنا چاہئے اور فوری طور پر تحریر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو معاملات وصیت طلب ہوں، حزم و احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو اپنے سینے میں مستور رکھنے کی بجائے، وصیت کے ذریعے سے انہیں ظاہر کرکے ان پر گواہ مقرر کر دیئے جائیں۔ تاکہ اگر اسے اچانک موت آجائے، تو یہ فرضِ وصیت اس کے ذمے باقی نہ رہے۔

دوسری بات انہوں نے یہ لکھی ہے کہ

"فمن مات ولم يوص ففرض أن يتصدق عنه بما تيسر ولابد لأن فرض الوصية واجب"

"جو شخص بغیر وصیت کئے مر گیا، تو ضروری ہے کہ اس کی طرف سے اس کی استطاعت کے مطابق، صدقہ کیا جائے...... یہ ایک فرض ہے، کیونکہ وصیت کرنا فرض ہے"

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدقے کا مطلب یہی ہے کہ ضرورت مندوں پر اس کے مال میں سے کچھ نہ کچھ ضرور خرچ کیا جائے اور شریعت کا یہ حکم واضح ہی ہے کہ صدقے کے اولین مستحق، انسان کے اپنے قرابت مند ہیں۔ اس اعتبار سے اگر مرنے والے کے قرابت مندوں میں یتیم پوتے، نواسے ہوں گے، تو اس کے مال میں سے جو کچھ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنا ہوگا، اس کے اولین مستحق یہ یتیم رشتے دار ہی ہوں گے اور ہونے چاہئیں، نہ کہ کوئی اور......

تیسری بات حافظ ابن حزم نے یہ لکھی ہے: "فرض علی کل مسلم أن یوصي لقرابته الذین لا یرثون" "ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ ان اہل قرابت کے حق میں وصیت کرے جو وارث نہ بنتے ہوں"......اس کی دلیل انہوں نے قرآن کی اس آیت کو بنایا ہے

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرَنِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرہ:۲/۱۸۰)

"تم پر فرض ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اور وہ مال چھوڑ کر جارہا ہو، تو وہ والدین اور اہل قرابت کے لئے بھلائی کے ساتھ وصیت کرے"

حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ "یہ فرض ہے (جیسا کہ آیت سے مستفاد ہے) تاہم اس سے ماں باپ اور وہ اہل قرابت نکل گئے جو وارث ہیں، اور اس فرض میں صرف وہ باقی رہ گئے جو غیر وارث، رشتے دار ہوں گے اور جب یہ ایسا حق ہے جو ان (غیر وارث رشتے داروں) کے لئے ضروری ہے، تو پھر میت کے مال میں سے اتنا حصہ نکالنا واجب ہے جو اُن کا حق ہے، اگر میت نے اس کے نکالنے کا حکم نہ کرکے ظلم کا ارتکاب کیا ہے"...... حافظ ابن حزم کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر وارث رشتے دار اگر امداد کے مستحق ہوں اور مرنے والے نے اُن کے لئے وصیت نہ کی ہو جو اُن کا ایک حق واجب تھا، تو یہ اُس کی کوتاہی ظلم ہے۔ اِس ظلم کا اِزالہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اِس کے مال میں سے ضرورت مندوں کا حق ضرور نکالا جائے اور پھر باقی مال ورثاء اپنے اندر تقسیم کریں......

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المحلی، کتاب الوصایا، مسئلہ نمبر ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳)

حافظ ابن حزم کی ان تصریحات سے، جو قرآن وحدیث کی روشنی میں کی گئی ہیں، یتیم پوتوں اور نواسوں کا مسئلہ بآسانی حل ہو جاتا ہے کہ اول تو ہر صاحبِ حیثیت کو ہبہ اور عطیہ کے طور پر اپنی زندگی میں ہی کچھ دے دینا چاہئے بصورتِ دیگر ان کی بابت ضرور وصیت کرکے دنیا سے جانا چاہئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ وصیت لکھ کر ضرور اپنے پاس رکھے اور اگر مرنے والے سے اس میں کوتاہی ہوگئی ہو، تو ورثا (چچا، تایاؤں اور پھوپھیوں) کی ذمے داری ہے کہ وہ سب سے پہلے اس کا اِزالہ کریں اور اپنے طور پر اس کے مال میں سے ضرورت مندوں (یعنی یتیم بھتیجوں اور بھانجوں) پر ایک حصہ خرچ کریں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ